نقش آغاز

مذہب انسان کی زندگی میں کس قدر دخل انداز ہوتا ہے یہ کسی مغرب زدہ فلسفی یا پروردۂ الحاد انسان سے نہ پوچھئے۔ اس لئے کہ اس کی پرواز کوماڈی اسباب و وسائل سے بالا نہیں ہے۔ اس کے یہاں زندگی کا حاصل جسم کی آرائش و زیبائش اور دنیا کے رنگ و بو سے لطف اندوزی ہے۔ مغرب کی ساری زندگی اور زندگی کے سارے کاروبار کا محور صرف اور صرف یہی مادی تعیش اور دنیا کی ہوس ہے۔ اس کے سارے کل پرزے اسی مقصد کیلئے ڈھلتے اور جڑتے ہیں ——— دنیا کے بیشتر حصے نے مغرب کے اس تخیل و تصور کو اعتقاداً نہ سہی عمل اور کردار سے قبول کرلیا ہے۔ دنیا کے بیشتر مذاہب اس مغربی آئیڈیالوجی سے مرعوب ہوکر اس کوشش میں ہیں کہ اس تصور کو قبول کرنے کے ساتھ اسکو مذہبی رنگ دیدیا جائے۔ اور یہ سعی کی جارہی ہے کہ ہر مذہب کی طرف سے یہ اجازت نامہ حاصل ہوجائے۔ کہ یورپ کا مادی نظام، خدا فراموشی اور معدہ پرستی اور دنیوی آسائشوں کیلئے شبانہ روز دوڑ دھوپ نہ صرف یہ کہ یہ مذاہب اسکے مخالف نہیں۔ بلکہ ان کی تعلیمات میں اس تہذیب و نظام کی گنجائش ہے ———

عیسائیت۔ یہودیت۔ بدھ ازم۔ ہندو ازم اور اس کے علاوہ وہ نظریات جو اپنے آپ کو مذہب کے دائرہ میں داخل کرتے ہیں۔ ان سب کا حشر گذشتہ چند سال بلکہ چند صدیوں سے یہی ہورہا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ اب تقریباً سب مذاہب یورپ کے مادی نظام کے سامنے گھٹنے ٹیک چکے ہیں۔ اور اپنی بچی کچی روحانیت کو خاک میں ملیا میٹ کرتے ہوئے اپنے روحانی نظام سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ اور جہاں تک غور کیا جائے اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے۔ کہ ان مذاہب میں زندگی کے سب مراحل کے لئے کوئی ایسا جامع نظام نہیں۔ جو ایک طرف فرد کے حیات کی نگہبانی کرے۔ اور دوسری طرف صحیح اجتماعی نظام کے پھلنے اور پھولنے کے مواقع بہم پہنچائے۔

اسی حقیقت کے پیش نظر مغرب سے متاثر لوگوں میں یہ نعرہ سنا جاتا ہے۔ کہ مذہب فرد کا نجی فعل ہے۔ قوم و ملت کی اجتماعی حیات میں اس کا کچھ دخل نہیں۔ ان کا یہ نعرہ اس حیثیت سے صحیح ہے۔ کہ جن مذاہب سے ان کو واسطہ پڑا ہے یا جن کی ریسرچ و تحقیق میں یہ اپنی زندگیاں صرف کرتے ہیں۔ ان کی گرفت فرد سے آگے بڑھ کر کسی اجتماعی نظام پر نہیں پڑتی۔ اس لئے ان کے یہاں

مذہب کا اجتماعی زندگی میں موثر کردار ادا کرنا اس جدید تہذیب و تمدن کے دور میں مجنون کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی ۔۔۔۔۔

اسلام چونکہ ایک عالمگیر اور مکمل مذہب ہے ۔ اس کی تعلیمات کا دائرہ صرف چند رسومات تک محدود نہیں ۔ بلکہ وہ فرد اور قوم دونوں کی زندگیوں پر کنٹرول رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے ۔ وہ جہاں فرد کی زندگی کیلئے لائحہ حیات تجویز کرتا ہے ۔ وہاں سوسائٹی اور اجتماعی زندگی کے نظام کو بھی ایک صحیح رُخ پر ڈالتا ہے ۔ اور یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں ۔ بلکہ اسلام نے یہ سب کچھ اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں کر کے دکھایا ہے ۔ اگر ایک مسلمان اسلام کی تعلیمات پر گہری نظر رکھتا ہو تو کوئی دوسرا نظریہ اس کے دل و دماغ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا ۔ اور نہ خلاف اسلام کسی تصورِ حیات سے وہ مصالحت کر سکتا ہے ۔ اسی ذہنی کشمکش کے دور میں اسلام کے نام لیواؤں کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے ۔ کیونکہ یورپ کے مادّی نظام اور دوسرے نظریات کی ٹکر براہ راست اب اسلام سے ہے ۔ اسلام ہی ان کا حریف ہے ۔ اور اب ان کا سارا زور اور سب صلاحیتیں اسلامی تعلیمات کی بیخ کنی اور انسانیت کو اسلام سے متنفّر کرنے کے لیئے وقف ہیں ۔ بدقسمتی سے آج کا مسلمان "قرونِ خیر" سے دور ہوتے ہوئے اسلام کو خیر باد کہہ رہا ہے ۔ اور اسکی زندگی آہستہ آہستہ اسلام کی گرفت سے آزاد ہوتی جا رہی ہے ۔ دینی حسّ کمزور ہونے کی وجہ سے عملی اعتبار سے مسلمان وہ نہیں رہا جو قرونِ اولیٰ کا باعمل اور مذہبی مسلمان تھا ۔۔۔۔۔

یورپ مسلمان کے کردار کو کھوکھلا کرنے کے لئے اس سے بہتر چال اور کیا چل سکتا تھا ۔ کہ اس کو زندگی کے ایسے پرکشش خطوط سے روشناس کر دیا ، اور ایسا دامِ ہمرنگِ زمین اسکے لئے بچھایا کہ مسلمان کا کردار تو ایک طرف اس کا ایمان ڈگمگا رہا ہے ۔ اور آہستہ آہستہ ایمان کی دولت اور اس کی حلاوت سے محروم ہوتا جا رہا ہے ۔۔۔۔۔

مسلمان کے مذہبی شعور اور اس کے دینی استقلال سے یہ توقع ہونی چاہیئے تھی کہ کفر و الحاد ، ایمان کو متزلزل کرنیوالے نظریات ، اخلاقی بے رہروی ، جنسی آوارگی ، اور اس کے علاوہ جن جن راستوں سے مسلمان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ، مسلمان ان تحریکوں کے پھلنے پھولنے سے پہلے ہی ان کا سر کچل دیتے ۔۔۔۔۔

مگر مذہبی اقدار سے گریز نے آج مسلمان کو ایک ایسے چوراہے پر کھڑا کر دیا ہے جہاں وہ